علماء حق کا شیوہ

جلسۂ دستار بندی میں کی گئی تقریر کی آخری قسط

قرآن میں اہل شکم اور اہل علم کا ایک واقعہ مجھے قرآن کریم کا ایک واقعہ یاد آیا کہ جس میں اللہ نے کچھ لوگوں کو اہل شکم کہا ہے، اور کچھ کو اہل علم۔ اور ظاہر ہے کہ دونوں ہی کھاتے پیتے ہوں گے، دونوں ہی کاروبار بھی کرتے ہوں گے، تبھی تو زندہ تھے۔ فرمایا کہ: ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغیٰ علیہم وآتیناہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوءُ بالعصبۃ اولی القوۃ۔ قارون کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے خزانے اس کو عطا فرمائے تھے کہ اس کی کنجیاں ایک جماعت کی جماعت اٹھائے جایا کرتی تھی۔ جب وہ اپنے ساز وسامان اور طمطراق کے ساتھ جلوس لے کر نکلتا تھا۔ تو قرآن کریم کے الفاظ سنئے۔ فرمایا کہ: فخرج علیٰ قومہ فی زینتہ۔ یعنی جب وہ جلوس لیکر نکلتا تھا تو بڑی چمک دمک اور آب وتاب کے ساتھ لوگ دیکھتے تھے۔

خس وخاشاک یا فولاد کا پہاڑ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب بھی ہوا چلتی ہے تو ہوا کے رُخ پر اُڑ جاتے ہیں۔ جہاں ذرا سا ریلا پانی کا آجاتا ہے وہ اس ریلے میں بہہ جاتے ہیں۔ ان کی حیثیت قوم میں خس وخاشاک کی طرح ہوتی ہے اور اس زمانہ میں اپنی شرمندگی کو مٹانے کیلئے لوگوں نے نام رکھا ہے ترقی کا کہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنے کا نام ترقی ہے۔ حالانکہ اسلام اس قسم کی ترقیات کو نہیں مانتا، وہ کہتا ہے کہ ہم اپنا راستہ خود تجویز کرتے ہیں۔ اپنے طریقے خود قائم کرتے ہیں۔ اور زمانہ کی رو اگر تمہیں بہا کے لے جانا چاہے تو تم فولاد کا پہاڑ بن کر کھڑے ہو جانا زمانے کی رو میں مت بہنا بلکہ زمانے کا رُخ تبدیل کرنا۔

تو جس وقت قارون جلوس لے کر نکلتا تھا تو لوگوں کے منہ میں پانی آجاتا تھا، اور لوگ کہتے تھے ۔۔۔ کہ

اے اللہ یہ تو نے قارون کو اتنے خزانے دئے ہیں، کم سے کم دو چار خزانے ہمیں بھی دے دے قارون کی طرح ہمیں بھی مالدار اور دولت مند بنا دے۔ اور یہ کون لوگ تھے؟ قرآن کریم کے الفاظ ہیں: الذین یریدون الحیوۃ الدنیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیاوی زندگی کو اپنی مراد بنالیا تھا نصب العین اور مقصد بنالیا تھا۔ جن کا مقصد زندگی اس سے زیادہ نہ تھا کہ کھاؤ پیو آرام کرو، وہ کہتے تھے کہ ہم بھی قارون ہو جائیں تو اچھا ہے وہ تو بڑا صاحب نصیب معلوم ہوتا ہے۔

اللہ والے ان چیزوں سے کبھی متاثر نہیں ہوتے

جہاں تک اس جلوس کے طمطراق اور چکا چوند کا تعلق تھا یاد رکھیئے اللہ والے ان چیزوں سے کبھی متاثر نہیں ہوتے۔ اللہ والوں کی نظر کس چیز پر ہے۔؟ فرمایا ؎

غرور تھا نمود تھی ہٹو بچو کی تھی صدا ۔۔۔ اور آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتہ نہیں

جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو گوالیار کے قلعہ میں بند کیا تھا۔ آج حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ لیکن ایسے کتنے لوگ ہیں جن کو یہ بھی خبر ہے کہ جہانگیر کا مقبرہ کہاں ہے، میر تقی ہندوستان کا ایک شاعر گذرا ہے فرمایا ؎

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ پڑا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

تو نے میرے اوپر پاؤں رکھ دیا، میرے اوپر تو کبھی تاج رکھا جاتا تھا اور کبھی ہار ڈالے جاتے تھے۔ آج تو نے اس پر جوتا رکھ دیا اور وہ چور چور ہو گیا۔ تو اللہ والے کبھی ان چیزوں سے متاثر نہیں ہوتے۔

——— ہمارے پاکستان کے سابق صدر سے سابق گورنر جنرل مسٹر غلام محمد صاحب جنہوں نے ایک زمانہ میں بڑی ترنگ کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ پاکستان کا آئین قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہوگا، اور میں اس کے لئے گولی کھانے کو تیار ہوں۔ مگر کسی مسلمان نے جواب میں یہ کہا تھا کہ معاف کیجئے گا کسی مسلمان کی جیب میں ایسے پیسے بیکار نہیں پڑے جو وہ آپ کے اوپر گولی چلا کے ضائع کرے گا۔ آپ کی اتنی حیثیت بھی نہیں۔ ان کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی پاگل خانہ کے معائنہ کرنے کیلئے گئے تو کسی پاگل نے دور سے دیکھ کر کہا کہ ایک اور آ گیا۔ انہیں یہ سن کر بڑا غصہ آیا، دل میں سوچنے لگے کہ اس نے میری بڑی اہانت کی ہے، جب یہ قریب پہنچے تو کہا کہ میں پاکستان کا گورنر جنرل ہوں تو اس نے کہا پہلے ہم بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ آپ بھلا بتلائیے کہ قارون

کا جلوس اور طمطراق اور اسکی یہ شان وشوکت سے اللہ والے کیسے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ تو وہ طبقہ تھا جو ان کے جلوس کو دیکھ کے متاثر ہوا، آگے ہمارے فارغ التحصیل طلبہ کو جن کو اللہ نے دولت علم عطا فرمائی ہے، ان کا ذکر ہے۔ فرمایا: وقال الذین اُوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیرٌ لمن امن وعمل عملاً صالحا۔ جن کو اللہ نے علم عطا فرمایا تھا، وہ کہنے لگے کہ ارے ظالمو! تم نے اگر خزانے مانگے تو قارون کے مانگے۔ اگر مانگنے تھے تو آخرت اور ثواب کے خزانے مانگتے۔ یہ کیا تم نے مانگ لیا۔؟ یہ قارون کی حیثیت کچھ نہیں، دنیا کے خزانے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ قرآن کریم کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔ انیسویں پارے میں یہ رکوع موجود ہے۔ قارون کے جلوس کو دیکھ کر جس طبقے کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم بھی دولت مند ہو جائیں اُن کو اللہ نے اہل علم نہیں کہا اور جنہوں نے آخرت کی بات کہی ان کو اللہ تعالیٰ نے اہل علم کہا۔ ایک بات اور سن لیجئے یہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو ترقی یافتہ کہا بڑے ہوشیار اور چالاک ہوتے ہیں۔ آگے چل کر جب قارون اور اس کا خزانہ اور محل خدا کے حکم سے زمین میں دھنسنے لگا۔ اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ان لوگوں نے جنہوں نے دعا کی کہ اے خدا ہمیں بھی قارون بنا دے۔ اب کہنے لگے: لولا ان منّ اللہ علینا لخسف بنا۔ اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر کہ تو نے ہمیں قارون نہیں بنایا، ورنہ ہم بھی آج زمین کے اندر جاتے ——

علماء دین کے امین ہیں ان کے پاس کونسی امانت ہے

—— خیر تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دراصل علم وہ ہے۔ جو آخرت کا راستہ دکھائے، خدا کی معرفت کا طریقہ آپ کو بتلائے اور وہ وہ ہے جو آپ نے یہاں کی درسگاہوں میں حاصل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علماء سے مراد وہ ہیں جو قرآن وسنت کے حامل ہوں، جنہوں نے اپنے اساتذہ سے قرآن وسنت سے علوم حاصل کئے علماء سے وہ مراد ہیں۔ حدیث میں ایسے علماء کو اُمناء الدین۔ کہا گیا۔ امنا جمع ہے امین کی۔ ان کے پاس کونسی امانت ہے۔؟ دین کی امانت ہے بلکہ حقیقت میں دین ہی کو امانت کہا گیا ہے۔ انّا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض۔ ہم نے دین کی امانت آسمان اور زمینوں پر پیش کی۔ تو اس آیت میں دین کو ایک بہت بڑی امانت کہا گیا ہے۔ جو اللہ کی ان کے پاس ہے۔ اور یاد رکھئے کہ کبھی کبھی انسان خود تو چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر امانت بہت بڑی ہوتی ہے۔ اور جب امانت بڑی ہو تو اسکو اپنے چھوٹے پن کا خیال نہیں ہوتا — امانت کے بڑے ہونے کا خیال ہوتا ہے — مطلب یہ کہ ایک عالم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میں اپنی ذاتی حیثیت میں چاہے غریب ہوں چاہے میری آمدنی کم ہے، لیکن میرا مرتبہ اس امانت کی وجہ سے

جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ بادشاہوں سے بھی بڑا ہے۔ اور جب وہ یہ سمجھے گا تو دو باتیں اس

خلق خدا سے بے نیازی

میں پیدا ہوں گی، ایک تو خلق خدا سے بے نیازی۔ وہ خلق خدا کے پیچھے پیچھے نہیں پھرے گا۔ بلکہ خلق خدا اس کے پیچھے پیچھے جائے گی۔ اس لئے کہ یہ اپنے آپ کو ان سب سے اونچا اور ممتاز سمجھتا ہے۔ اللہ نے جو قیمتی چیز ان کے ہاتھوں میں عطا فرمائی ہے وہ امانت دین ہے۔ اور دوسری بات ان میں یہ پیدا ہوگی کہ اس امانت کی بڑی بڑی ذمہ داریاں ہیں، جن میں پہلی ذمہ داری حق بات

عالم کا مقصد وجود اظہار حق ہے

کا اظہار کرنا ہے۔ کہ عالم کا کام یہ ہے کہ جب مسئلہ بتائے تو بغلوں کو جھانک کر نہ بتائے۔ یاد رکھیے! عالم کا کام یہ ہے کہ جب کبھی حق کی ترجمانی کا سوال پیدا ہو ہچکچائے نہیں۔ حق بات واضح بیان کرے اور اگر عالم نے حق بات نہ کی تو ایک شخص نے ایک بڑا جملہ لکھا ہے کہ اگر نمک کے اندر نمکینی باقی نہ رہے تو دنیا کی کونسی چیز ہے، جو اسکو نمکین بنائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عالم کا تو کام ہی یہ ہے کہ قرآن وسنت کی صحیح ترجمانی کی جائے اور جب عالم اس کی ترجمانی نہ کرے تو جو اس کے وجود کا مقصد تھا وہ فوت ہوگیا، اس لئے علماء کی دو قسمیں کردی گئیں ایک علماء حق اور علماء ربانی کہلاتے ہیں اور دوسرے علماء سوء کہلاتے ہیں۔ اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ علم دین حاصل کرنے کے بعد

آپ کب علماء حق بن سکیں گے

جب آپ اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی کریں گے، ان کی صحبت میں آپ کچھ دن گذاریں گے تو انشاء اللہ آپ کا شمار علماء ربانی اور علماء حق میں سے ہوگا۔ اور اگر آپ کو اپنے علم پر غرور اور ناز رہا، اور آپ نے ان اکابر کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں تو اندیشہ ہے کہ کہیں آپ کا

تاریخ میں علماء سوء کی مثالیں

علم آپ کو گمراہ نہ کردے۔ ایسی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ ملا مبارک ناگوری جس کی آگرے کے اندر بڑی یونیورسٹی تھی، بڑا مدرسہ تھا، اور مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا دو یا تین واسطوں سے شاگرد تھا۔ بڑا عالم ہے، لیکن اس کے دل میں خوف خدا نہیں، خشیۃ الٰہی نہیں۔ اللہ کے دین اور اس کے علم کو دنیاوی اغراض کے لئے استعمال کرتا ہے۔ بڑے بڑے تلامذہ اور شاگرد ہیں جن میں ملا عبدالقادر بدایونی بھی ہیں۔ اس زمانے میں انہوں نے اپنے گھر کے اندر بیٹھ کر تاریخ لکھی ہے اور تاریخ لکھ کر اپنے گھر میں مر گئے ہیں بعد میں جب وقت آیا ہے تو وہ تاریخ چھپی ہے۔ جہاں اپنے استاذ کا ذکر آیا ہے وہاں بہت برے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ وہ الفاظ کیا ہیں۔ فرمایا: ؎

تو اے مرد سخن پیشہ زبہر چند مستی دون ز دین حق بماندستی بہ نیروئے سخن دانی

طلاقت لسانی اور زور بیان کی وجہ سے تو نے خدا کے دین سے اعراض کیا۔ تیرا لقب ہے مرد سخن پیشہ

باتیں بنانا تیرا کام ہے ۔

چہ مستی دیدی از سنت کہ رفتے سوئے بے دیناں
چہ تقصیر آمد از قرآن کہ گردے گرد ڈالانے

سنت اور قرآن میں تجھے کیا قصور نظر آیا کہ جو تو نے رکابی اور پلیٹ کو اپنا مذہب بنالیا اور جو وقت کے تقاضے تھے ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے زمانہ کے چالیس چور | مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے زمانے میں چالیس علماء نے دستخط کرکے خلیفہ کو دئے تھے کہ خلیفہ معصوم ہوتا ہے۔ اور حضور جو کچھ آپ سے غلطی اور گناہ ہو جائے، خدا کے ہاں کوئی گرفت نہیں مولانا گیلانیؒ نے اپنی زبان میں لکھا ہے کہ یہ تاریخ اسلام کے "چالیس چور" تھے۔ علی بابا چالیس چور کا قصہ آپ نے سنا ہوگا۔ لکھا ہے کہ ایک دستاویز امام ابوحنیفہ کے سامنے پیش کی گئی دستخط کرنے کے لئے۔ انہوں نے کہا کہ دستاویز پر دستخط کرنے کے معنی ہے شہادت دینا۔ جب واقعہ میرے سامنے ہوا نہیں تو اس پر دستخط کیسے کرسکتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا اور اتنے علماء نے جو دستخط کر دئے ہیں، امام ابوحنیفہ نے کہا کہ انہوں نے غلط کئے۔ خلیفہ کو غصہ آیا، اس نے علماء کو بلوایا دربار میں۔ ان سے پوچھا کہ یہ تم لوگوں نے دستخط کیوں کئے۔ ان لوگوں نے اقرار کیا کہ حق بات تو وہی ہے جو ابوحنیفہ کہہ رہے ہیں ——— اس لئے میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ایک بہت بڑی امانت ہے اگر عالم نے شریعت کی ترجمانی کا حق ادا نہیں کیا اور واقعۃً اگر اس نے اس کو چھپا لیا ہے تو اُس نے اللہ اور اس کے رسول کے دین میں خیانت کی ہے۔

اظہار حق کیلئے نرمی اور حکمت ضروری ہے | ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اظہار حق نرمی اور ملاطفت کے ساتھ ہو، اس لئے کہ عنوان کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ایک ہی بات ہے، اگر آپ نے سخت لفظوں میں کہہ دی تو آپ نے ہلچل پیدا کر دی نرمی سے کہہ دی تو دلوں میں اتر گئی۔ انوریؔ کا مشہور واقع ہے کہ انوری دربار میں گیا جاکر قصیدہ سنایا، بادشاہ نے خوش ہوکر کہا کہ ایک شاہی گھوڑا اسے دیدو انعام میں اور یہ شاعر و ادیب بے چارے غریب ہوتے ہیں، ان کے پاس پیسہ نہیں ہوتا۔ تو اس نے شاہی گھوڑا دیا، اور انوریؔ نے اپنا سر پکڑ لیا کہ میاں یہاں تو اپنے کھانے اور پہننے کیلئے کچھ نہیں گھوڑے کو کہاں سے کھلاؤں اور کہاں سے پہناؤں سردی کا زمانہ تھا گھوڑا دروازے سے باہر باندھ دیا، سردی کی وجہ سے رات کو گھوڑا مر گیا۔ اب انوریؔ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب میں خلیفہ کو جاکر

کہوں کیسے، اگر یہ کہوں کہ حضور واہ آپ نے اچھا گھوڑا دیا جو مریل گھوڑا تھا آپ نے مجھے دیدیا تو ۲۴ گھنٹے کا نوٹس مل جائے گا، کہ نکل جاؤ ہماری سلطنت سے۔ لیکن اگر کہوں تو کس طریقے پر؟ انوری کی سمجھ میں آگئی بات، دربار میں گیا اور جاکر یہ کہا کہ آج بھی میں آپ کی شان میں قصیدہ لکھ کے لایا ہوں اجازت دیجئے، بادشاہ نے اجازت دیدی۔ انوری نے اپنا قصیدہ شروع کیا۔ اور قصیدہ کیا ہے، گھوڑے کے مرنے کی خبر دے رہا ہے۔ کہا ؎

شاہ اسپے بانوری بخشید　　　　باد صرصر بگرد اُو نہ رسید

واہ واہ بڑا تیز رفتار، بڑا اچھا گھوڑا آپ نے دیا جسکی نسل بھی بہت اعلیٰ تھی۔ خوب تعریف کی۔ آگے کہا ؎

ایں چنیں بود تیز در رفتار　　　　در شبا شب بآخرت برسید

حضور ہمیں تو اتنا تیز رفتار نہیں چاہیئے تھا، آپ نے اتنا تیز رفتار دے دیا وہ تو ایک ہی رات میں آخرت کو پہنچ گیا۔ بادشاہ بڑا خوش ہوا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑا مر گیا، شاید اس کے پاس ساز و سامان نہیں تھا۔ حکم دیا کہ دوسرا گھوڑا دو اس کے ساتھ کھانے پینے کا سامان بھی۔ آپ نے اندازہ لگایا کہ عنوان کتنا اعلیٰ درجہ کا اختیار کیا گیا۔ عنوان پر بڑا انحصار ہے، ایک عورت کنوئیں پر پانی بھر رہی تھی کسی نے کہا کہ اے میری ماں مجھے پانی پلا دے، عورتیں بیچاری بڑی رحم دل ہوتی ہیں۔ اس نے اپنا گھڑا چھوڑ کر اسے پانی پلا دیا۔ اس لئے کہ اس نے ماں کہہ دیا۔ ایک دوسرے صاحب تشریف لائے اور کہا اے میرے باپ کی جورو مجھے پانی پلا دے، وہ مارنے کو دوڑی۔ اب وہ منطقی تھا۔ پوچھنے لگا کہ یہ بتا دے کہ باپ کی جورو اور ماں میں فرق کیا ہے ——— تو بھائی یہ مسئلہ منطق سے طے ہونے والا نہیں اصل میں یہ ہے کہ عنوان آپ کا بہتر ہونا چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے: بشّرا ولا تنفّرا ایسّرا ولا تعسّرا تطاوعا ولا تختلفا۔ (اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں نے عرض کیا کہ ایک امانت اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔ اور اس امانت کا سب سے بڑا حق جس سے خطرہ ہے، وہ خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا مالم یخالطوا الامراء جب تک امراء سے مخالطت نہ کریں، امراء کے معنی کیا ہیں؟ امراء جمع ہے امیر کی، اور امیر کے معنی عام طور پر جو لئے جاتے ہیں، حاکم اور بادشاہ، افسر، صاحب اثر، صاحب رسوخ، ان کو امراء کہتے ہیں۔ یہ اس لئے میں نے کہا کہ آج ایک جھگڑا اور بحث روشن خیالوں نے یہ بھی چھیڑ رکھی ہے کہ اولوالامر کون ہیں؟ اور یہاں کوئی سرکاری حکم آتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ مولانا صاحب اولوالامر کی تو اطاعت کرنی چاہیئے۔ ان

بیچاروں کو یہ نہیں معلوم کہ ذرا تفسیر تو قلم اٹھاکر دیکھ لو کہ علماء نے اولوالامر تو لکھا ہی علماء کو ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اولوالامر وہ ہیں کہ جو صاحب فتوٰی کہلاتے ہیں۔ جو جائز و ناجائز اور حلال وحرام کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اور قرآن وسنت کو سمجھتے ہیں لیکن چلئے دوسری تفسیر کی بناء پہ اولوالامر ان کو بھی مان لیا جائے۔ حکام کو بھی۔ لیکن یہ کس مسخرے نے کہہ دیا کہ قرآن میں اولوالامر کی اطاعت کا حکم ہے۔ قرآن میں کہیں اولوالامر کی اطاعت کا حکم نہیں۔

اولوالامر کی اطاعت کب ضروری ہے | قرآن کریم میں جو حکم ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر کی، تو دونوں جگہ لفظ اطاعت موجود ہے۔ اللہ کے ساتھ بھی رسول کے ساتھ بھی۔ اولوالامر کے ساتھ لفظ اطاعت نہیں۔ اٹھاکر دیکھئے قرآن کریم کو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی۔ اگر اولوالامر اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ تو اسکی اطاعت کرنا اور اگر اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کرتا۔ تو اسکی اطاعت نہیں اسلام میں، جس کا مطلب یہ ہے کہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں کہ جس میں خالق کی نافرمانی آتی ہو۔ خیر میں نے یہ کہا کہ امراء سے مراد حکام، اہل دولت، صاحب اثر و رسوخ ــــــ

حضورؐ نے فرمایا کہ علماء مخالطت نہ کریں۔ مخالطت کے معنی یہ نہیں کہ آپ ان سے نہ ملیں۔ ان کی شکلوں کو دیکھ کر بھاگ جائیں، ہمیں حضرت مولانا تھانویؒ کے مجلس میں بڑے بڑے مضامین اور بڑے بڑے نکات حل کئے جاتے تھے۔ کسی شخص نے مولانا سے سوال کیا اور مولانا نے فرمایا کہ بھئی یہ تم نے بڑا اہم سوال کیا ہے۔ اللہ نے اس کا جواب ابھی ابھی میرے دل میں ڈالا ہے۔ سوال یہ کیا کہ شریعت میں حکم دیا گیا ہے کہ بروں کی صحبت سے بچو اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ہے۔ کہ نیکوں کی صحبت میں بیٹھو۔ تو فرمایا کہ حکم تو دونوں سر آنکھوں پر ہیں، لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں حکم جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ جب کوئی برا آدمی آپ کی صحبت میں آکر بیٹھے گا تو آپ بھاگ جائیں گے کہ میں تو بروں کی صحبت میں نہیں بیٹھتا۔ حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں مخدوم کا اثر خادم پر پڑتا ہے۔ خادم کا اثر مخدوم پہ نہیں پڑتا۔

علماء مخدومانہ حیثیت برقرار رکھیں | یہ بات یاد رکھئے کہ جو آدمی مخدومانہ حیثیت رکھے گا وہ خادموں پہ اثر ڈالے گا۔ اور جو خود ہی اپنے آپ کو خادم بنائے گا وہ مخدوموں پہ کبھی اثر نہیں ڈال سکتا۔ فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ علماء کو چاہئے کہ اہل رسوخ، اہل سلطنت اور جتنے بھی بااثر افراد موجود ہوں ان کے ساتھ نیازمند اور خادم کی حیثیت اختیار نہ کریں بلکہ اپنی مخدومانہ حیثیت کو برقرار رکھیں۔ اس لئے

کہ اگر یہ خود خادم بن گئے تو ان کے اثرات ان کے اوپر نہیں پڑیں گے۔ اس لئے یہ نہیں کہا کہ آپ ان سے نہ ملیں، نہیں، آپ ملیں ان کے پاس بھی جائیں، ملاقات بھی کریں۔ لیکن یہ نکتہ یاد رکھیئے گا کہ اپنی مخدومانہ حیثیت جو اس امانت کی وجہ سے آپ کو خدا نے دی، اسکو خراب نہ کریں۔ اس مخدومانہ حیثیت کو جب تک تم باقی رکھو گے انشاء اللہ اس وقت تک دین سے فائدہ پہنچے گا، اور جس وقت اس میں خادمانہ حیثیت اختیار کریں گے تو اصل چیز ختم ہو جائے گی۔ اس لئے حضور اکرمؐ نے فرمایا، نعم لصوص الدین فاحذروهم۔ فرمایا کہ اب یہ دین کا امانتدار نہیں بلکہ دین کا ڈاکو ہو گیا ہے۔ رہزن ہے دین کا۔ تو ایک طرف تو یہ معلوم ہوا کہ اہل علم کو اللہ نے ایک امانت دی ہے۔ اس امانت کی وجہ سے ان کو اپنی حیثیت اور رتبے کو سمجھنا چاہئے۔ دوسری طرف عام مسلمانوں سے یہ بات عرض کی جاتی ہے کہ جب یہ حضرات دین کے امانتدار ہیں۔ دین کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں ہے تو آپ انکی ذات اور شخصیت کو نہ دیکھیں، ان کی آمدنی کو نہ دیکھیں، ان کے لباس کو نہ دیکھیں بلکہ اس بات کو دیکھیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی کتنی قیمتی امانت ان کے ہاتھ میں ہے، آپ ان کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہ کریں جس سے ان کی مخدومانہ حیثیت مجروح ہوتی ہو۔ حضرت مولانا تھانویؒ کا ایک ارشاد سنئے فرمایا کہ اگر کوئی عالم غلط ہو تو اس کے فتوٰی پہ چاہے عمل نہ کرو مگر عزت ضرور کرو۔ اور مثال کیسی دی، فرمایا کہ اگر کسی پریس میں قرآن کریم چھپ رہا ہے اور غلطی سے غلط چھپ گیا تو وہ قرآن جو غلط چھپا ہے وہ قابل تلاوت تو نہیں ہے، لیکن خبردار یاد رکھنا اسے پاؤں کی ٹھوکر مارنا جائز نہیں۔ تعظیم و تکریم اس لئے کہ خدا کی کلام ہے۔ فرمایا اگر اس طریقے سے آپ نے بے توقیری کی تو اسکی وجہ سے عام طور پہ اہل دین کی عظمت دلوں سے ختم ہو جائے گی۔ اور بہت سے لوگ جو عظمت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ طرح طرح کے الفاظ اور القاب سے یاد کرتے ہیں۔

ٹیپو سلطان شہیدؒ جن کی بڑی ہیبت تھی، جب انگریزوں نے چاہا کہ انکی عظمت ختم ہو جائے تو انہوں نے اپنے کتوں کا نام ٹیپو رکھا۔ خلافت اور خلیفہ کا لفظ اسلام میں ایسا تھا کہ اس کی ہیبت چھا جاتی تو آپ نے دیکھا کہ اس کے اثر کو ختم کرنے کیلئے حجامت بنانے والے کو خلیفہ کہنے لگے۔ اس طریقہ سے جب لفظ عالم کی عظمت کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو کوئی مولانا اور مولوی کی جگہ مسٹر لکھنے کا خواہش مند ہے، کوئی ملّا لکھنے کا اور کوئی اور دوسرے طریقے سے یاد کرتا ہے۔ یاد رکھیئے یہ لوگ دراصل دین کے خلاف ہیں اور دین کی عظمت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ اگر آپ علماء کی تعظیم و تکریم کریں گے تو وہ دراصل دین کی ہو گی ——— میں زیادہ وقت آپ کا نہیں لوں گا۔ بس یہی کلمات عرض کرنا تھے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔